فروری ۲۰۲۶ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات و نشریات کا جریدہ

جلد: 66 شمارہ: 02

ICC
پاکستان
PCB
T20
ICC
MEN'S T20
WORLD CUP
INDIA & SRI LANKA 2026
BOARD OF CONTROL FOR CRICKET IN INDIA

فروری ۲۰۲۶ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

جلد:66 شمارہ:02

اداریہ		۵
۱۔ متحدہ عرب امارات اور سعودیہ عرب کی جنگ	رباب زہرا	۶
۲۔ پاکستان لینڈ آرڈیننس پر عدلیہ اور حکومت کے درمیان تنازع	امتیاز احمد تارڑ	۱۳
۳۔ سال 2025 اور بڑھتی دہشتگردی	محمد زکریا	۱۸
۴۔ ورلڈ کپ۔۔ٹی ٹونٹی کیا پاک بھارت ایک دوسرے کی سرزمین پر کھیلیں گے؟	ناصر نقوی	۲۵
۵۔ پاکستان میں یوٹیوبرز کا احتساب اور اسکے طویل المدتی اثرات	کنول افتخار	۳۱

نگران اعلیٰ: ثمینہ فرزین
نگران: محمد سلیم
مینجنگ ایڈیٹر: شہیرہ عباس

ایڈیٹر: مائرہ جاوید
ڈیزائنر: محمد وسیم

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز،
291۔اے،ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور
انتظامیہ:042-99333909
مدیر:042-99333912
email:editor@pakjamhuriat.org

انتباہ

ادارے اور میگزین ''پاک جمہوریت'' کا مقصد عوام الناس کو آگاہ کرنا اور بہترین مواد مہیّا کرنا ہے۔ البتہ شمارے میں شامل تمام مضامین مصنفین کی ذاتی آراء پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ادارے یا ادارے کے کسی فرد پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

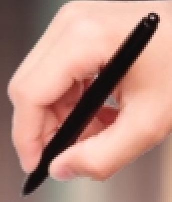

اداریہ

نئے سال کا آغاز مجموعی طور پر مثبت اور امید افزا دکھائی دیتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کے درمیان سامنے آنے والے اختلافات نے توجہ حاصل کی، تاہم یہ اختلافات ایک غلط فہمی سے زیادہ نہیں تھے، جنہیں سفارتی سطح پر سنبھال لیا گیا۔ ملکی محاذ پر پاکستانی عوام ٹی ٹوئنٹی کرکٹ ورلڈ کپ کے حوالے سے خاصے پُرجوش ہیں، اگرچہ یہ سوال بدستور موجود ہے کہ میچز اپنے ہوم گراؤنڈز پر کھیلے جائیں گے یا نہیں۔ اسی دوران پاکستان بھر میں دہشت گردی کے خلاف بھرپور آپریشنز جاری ہیں، جہاں امن کے قیام کی جدوجہد میں سیکیورٹی فورسز اور عوام قیمتی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں۔ امید کی جا رہی ہے کہ پاکستان جلد اس ناسور سے مکمل نجات حاصل کر لے گا۔ ایک اور اہم پیش رفت میں سوشل میڈیا کے غلط استعمال اور بعض یوٹیوبرز و ڈیجیٹل ایکٹوسٹس کی غیر ذمہ دارانہ سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے اقدامات کیے گئے، جن کے تحت این سی سی آئی اے (NCCIA) نے اصلاحی اور ضابطہ جاتی کارروائیاں شروع کیں۔ مجموعی طور پر فضا امید، استحکام اور بہتری کی جانب پیش رفت کی عکاس ہے، اور توقع ہے کہ ملک درست سمت میں آگے بڑھتا رہے گا۔

شکریہ

ایڈیٹر پاک جمہوریت

متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کی جنگ

رباب زہرا

(مصنفہ ملکی اور بین الاقوامی امن اور احترام انسانیت کے حوالے سے مختلف اخبارات اور رسائل کے لیے لکھتی ہیں)

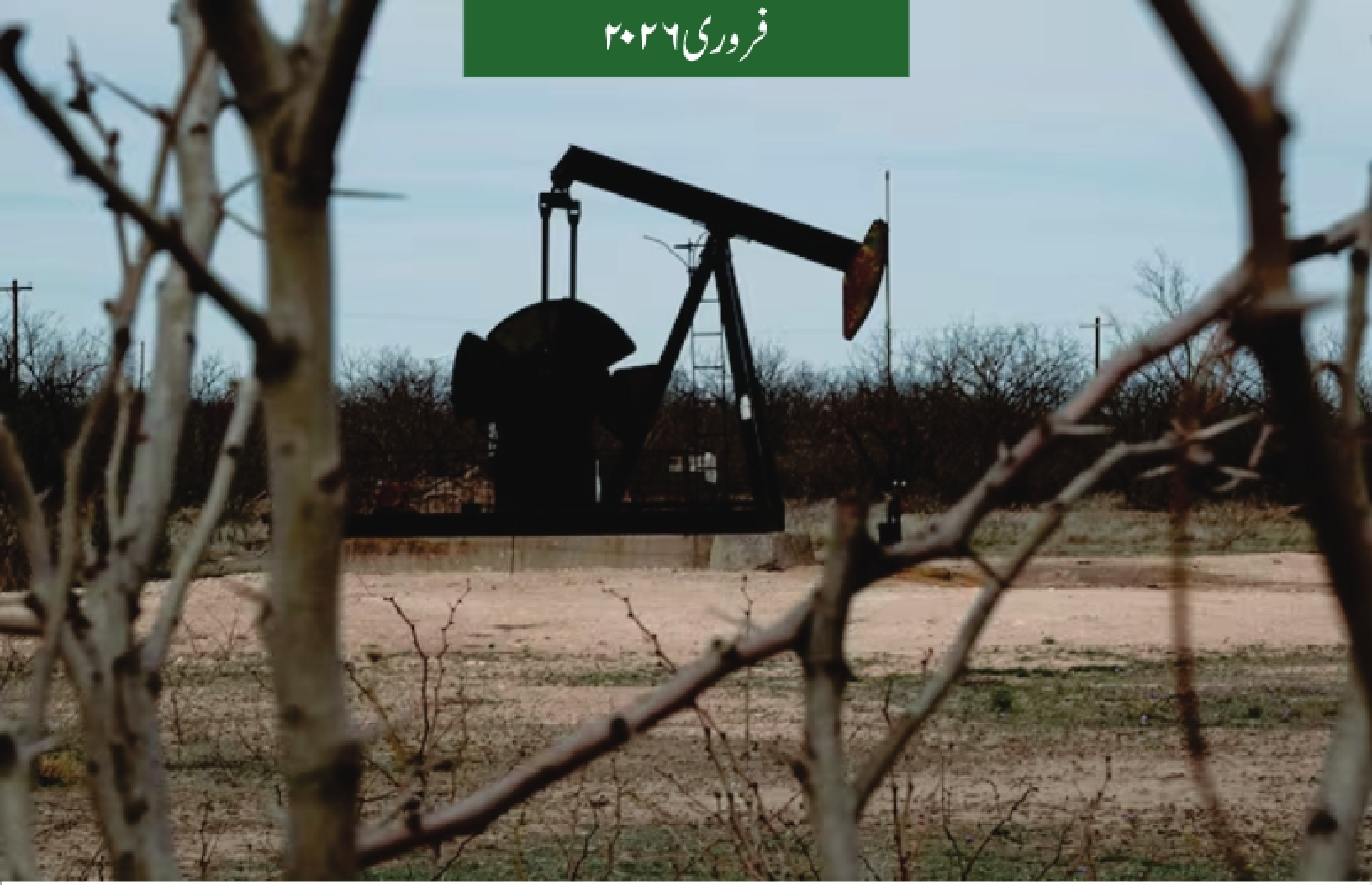

دنیا اس بات کی گواہ ہے کہ معمولی سے مفادات پر بھی اچھے دوست ایک دوسرے سے دست وگریبان ہو جاتے ہیں اور ایسا فرد اور افراد سے بڑھ کر ریاستوں کی لڑائی میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اول شرط غیر جانبدارانہ تجزیہ کی ہے اگر کسی بھی سطح پر اپنے آپ کو غیر جانبدار رکھنے میں کامیاب ہو جائیں تو حقیقی صورتحال سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہی نہیں، آسانیاں پیدا ہو جاتیں ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسے معاملات میں اپنے پرائے بھی کمی اور زیادتی دونوں حوالوں سے اپنا کردار ضرور ادا کرتے ہیں جن لوگوں کی ریاستوں کا رویہ مثبت ہوتا ہے انہیں کچھ اندرونی عناصر ایسے مس گائیڈ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاملات سدھر نہ پائیں کیونکہ وہ قریبی ہوتے ہوئے بھی اپنے مفادات کی رکھوالی میں مسئلے کو مزید سنجیدہ بنا دیتے ہیں تاکہ ان کے مفادات کو لاحق نقصان نہ پہنچے۔ یہ لوگ اجتماعی سوچ سے عاری ہوتے ہیں لیکن جہاں تعلقات بہت اچھے ہوں وہاں اندرون خانہ سازشوں سے انتشار پیدا کر کے وہاں تقسیم کرو، حکومت کرو فارمولا استعمال کیا جاتا ہے۔ یمن ایک چھوٹا ملک ہونے کے باوجود اپنی جنگجو روایات کے تحت تاریخ کے اوراق میں ایک منفرد انداز میں موجود ہے پہلے اسلام دشمنوں نے یمنی اتحاد کو اپنے مفادات میں پارہ پارہ کیا اور پھر اسی آگ کی لپیٹ میں حوثیوں کے خلاف وسیع اتحاد کے حصے داروں متحدہ امارات اور سعودیہ کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر دیں۔

پس پردہ متحدہ عرب امارات پر الزام لگایا گیا کہ وہ درپردہ حوثیوں کے ایک خاص گروپ کی سہولت کاری کر رہا ہے جبکہ معاملات جنوبی

یمن میں طاقت کی تقسیم، بندرگاہوں کا اختیار، مختلف علاقوں میں اثر ورسوخ اور مستقبل کی سیاسی حکمت عملی کے خدشات تھے۔ یہی نہیں جب جنوبی عبوری کونسل کے رہنما کی عیدروس ریاض میں ہونے والے مذاکرات میں شامل نہ ہوئے تو سعودی عرب کی طرف سے سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے نہ صرف سنگین الزامات لگائے گئے بلکہ سخت الزامات کی دھمکی بھی منظر عام پر آئی، اسی طرح اگر ہم سوقطرا کے واقعے پر غور کریں تو کہانی ایک نئے انداز میں کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ وہاں بات فضائی سفر میں رکاوٹ اور انتظامی حالات کے باعث سیاحوں کی مشکلات کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر توجہ حاصل کرگئی تھی جس سے یہ راز فاش ہوگیا کہ یمن کا اتحاد اب اختلافات کا شکار ہو چکا ہے اور یہ اختلافات معمولی ہرگز نہیں، بات بڑھی تو متحدہ امارات نے دباؤ میں ڈالنے کے لیے یمن سے اپنی فوجی طاقت کی واپسی کا اعلان کر دیا لیکن مختلف رپورٹس کے مطابق سعودی عرب کے سخت اقدامات کے حوالے سے جنوبی یمن کے مختلف مقامات پر فضائی کاروائیاں بھی کی گئیں۔ جس کی وجہ سے دونوں برادر اسلامی ممالک کے درمیان اعتماد مزید کمزور پڑتا محسوس ہورہا ہے کیونکہ بداعتمادی کی فضا ہوتو ایسے حالات ضرور جنم لیتے ہیں اس کشیدگی کو صرف اسلامی ممالک نہیں، مشرق وسطی اور دنیا تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ یہ کشیدگی اگر بڑھی تو پوری خطے کے لئے مشکلات اور بحران پیدا کردے گی دونوں مدمقابل ملک اوپیک پلس کے بڑے کھلاڑی ہیں ایسے میں تیل کی منڈی میں دباؤ بھی ہوتو اتحاد کے منتشر ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور پھر ہم آہنگی مشکل ہی نہیں، ناممکن ہوجاتی ہے مختلف رپورٹس کے مطابق اوپیک پلس نے ایک خاص مدت کے لیے پیداواری پالیسی برقرار رکھنے کی نشاندہی کی ہے تاہم جب سیاسی تناؤ بڑھ کر لڑائی کا ماحول بنادے تو توانائی منڈیوں میں غیر یقینی کا بڑھنا ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار ممکن نہیں۔ موجودہ دور میں دنیا معاشی بحران میں مبتلا ہے لہٰذا ان دونوں ممالک میں بھی چند برسوں سے مسئلہ معاشی مقابلہ بھی ہے۔ اس لیے ہر مسئلے اور مشکل کی بنیاد معاشی حکمت عملی بن جاتی ہے لیکن ایسی صورتحال جہاں بھی جب بھی پیدا ہوتی ہے وہاں الزامات کی بھرمار بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ سعودیہ کی جانب سے الزامات لگائے گئے کہ امارات خفیہ انداز میں یمن میں مختلف گروپوں کی پوشیدہ طور پر مدد کر رہا ہے جبکہ یو۔اے۔ای کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے تمام الزامات کو مسترد کردیا۔

اسی بنیاد پر نئے سال 2026 کی ابتدا پر سوشل بریگیڈ جو دور حاضر کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اسے استعمال کرتے ہوئے ادھم مچا دی گئی کہ عرب امارات اور سعودی عرب ایک دوسرے کی حکمت عملی سے ناراض ہوکر آمنے سامنے آگئے ہیں حالانکہ زمینی حقائق ایسے ہرگز نہیں تھے نہ ہی کسی معتبر ذرائع نے اس کی تصدیق کی، تاہم یہ حقیقت تھی کہ یمن کیا تحادکیمپ میں کشیدگی اور تصادم موجود تھا جس کو نہ صرف ایک بحران قرار دیا گیا بلکہ اسے ہی دونوں ممالک کے درمیان ایسی محاذ آرائی سمجھا گیا کہ اسی بنیاد پر جنگ کا نقشہ مستقبل کی حکمت عملی میں منظر عام پر آگیا۔

حالات اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کی نفی کرتے ہوئے اپنے اپنے موقف سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔اس کا ایک مطلب یہ بھی لیا جار ہا ہے کہ دونوں جانب سے براہ راست تصادم سے بچنے کی کوشش کی جا رہی ہے تاہم دونوں فریق اگر افہام وتفہیم کی بجائے صرف معاشی مفادات کے غلام رہے تو معاملات خوفناک صورتحال بھی اختیار کر سکتے ہیں ایسے میں دوست ممالک کو بھی محض تماشائی بننے کی بجائے اپنا مثبت کردار ادا کرنا ہوگا۔لیکن ایک اندازہ یہ بھی کیا جار ہا ہے کہ دونوں ممالک جنگ نہیں، دباؤ اور وارننگ میں

اپنے لیے کچھ نیا حاصل کرنے کی فکر میں ہیں کیونکہ دونوں کے مشترکہ مفادات اور علاقائی معاملات اہم ہیں بہرکیف ماضی کے تعلقات اور موجودہ حالات کے تقاضے متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب دونوں کے لیے بڑا امتحان ہیں۔اس حوالے سے سعودی کابینہ کا اجلاس شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی صدارت میں ہوا بعدازاں وزیر اطلاعات کے اعلامیہ کے مطابق سعودی عرب اپنی قومی سلامتی کو لاحق کسی بھی قسم کے خطرات سے نمٹنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے گا کابینہ نے یمن کی سلامتی، استحکام اور خودمختاری سمیت صدارتی کونسل اور قومی حکومت کی مکمل حمایت جاری رکھنے کا فیصلہ بھی کیا اور شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے صدارتی کونسل کی اپیل پر عرب اتحاد کے اقدامات کو سراہتے ہوئے یمن میں محاذ آرائی کے خاتمے، امن کے قیام اور کشیدگی کو پھیلنے سے روکنے کے اعلانات کی بھی حمایت کی۔

کابینہ نے جمہوریہ یمن کی قانونی حکومت کی جانب سے امارات کی فوج کے انخلا کی بھی بھرپور حمایت کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ متحدہ

عرب امارات اس عمل پر درآمد کو یقینی بنائے گا یمنی پارلیمان نے تمام غیر قانونی فوجی سرگرمیوں کی فوری طور پر روکنے کا مطالبہ کرتے ہوئے جنوبی عبوری کونسل سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ریاستی دائرہ اختیار سے باہر جن مقامات اور کیمپوں پر قابض ہیں وہاں سے بھی فوری انخلا کرے، دوسری جانب عبوری کونسل کی غیر ذمہ دارانہ فوجی کارروائیوں کے باعث پیدا ہونے والی صورتحال خاصی تشویشناک ہے۔ پارلیمان نے اس صورتحال

میں صدارتی قیادت کونسل اور اس کے سربراہ کے خودمختار فیصلوں کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ یہ اقدامات امن و امان اور سماجی ہم آہنگی کے لیے سنگین خطرہ ہیں جس سے کشیدگی میں اضافے کا امکان ہے۔ایک بیان میں عبوری کونسل کی غیر قانونی فوجی نقل وحرکت سے مسلح کارروائیاں ہوئیں اور اس سے امن عامہ متاثر ہوا، سماجی امن کو بھی نقصان پہنچا، ریاستی سول اور عسکری اداروں پر حملے کیے گئے اور شہریوں کے حقوق پامال ہوئے۔تفصیلات میں یہ بھی بتایا گیا کہ علاقائی دیہاتوں کا محاصرہ، نجی گھروں پر حملے، قیمتی جانوں کا ضیاع اور نجی و سرکاری املاک کو نقصان بھی پہنچایا گیا یہ عمل ریاستی وحدت، خودمختاری کے لیے خطرہ اور آئینی ریاستی اداروں کے اختیارات سے ناقابل قبول تجاوز ہے۔

ایسی صورتحال میں 2026 کے آغاز پر جو کچھ بھی خبروں میں آیا وہ اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ یمن کے اندرونی اختلافات اب محدود نہیں رہے، سیاحوں کے پھنسنے سے لے کر سیاسی اقتصادی بحران اور فضائی کارروائیوں تک تمام حالات اس بات کی چغلی کھا رہے ہیں کہ اتحاد میں دراڑ بڑھ چکی ہے اسی لیے کشیدگی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔اگر یہ کشیدگی اسی طرح بڑھتی گئی تو یہ بحران خلیجی توازن کو بھی بگاڑ سکتا ہے کیونکہ

بات اب یمن سے آگے بڑھے گی جس کی بنیاد معاشی، تجارتی، سفارتی اور توانائی بنے گا اس کے اثرات پورے خطے کے لیے مشکلات پیدا کریں گے۔ اس لیے یہ سارے حالات اس بات کا تقاضا کر رہے ہیں کہ یہ دیکھا اور پرکھا جائے کہ یمن کے اتحاد کیمپ میں ہونے والی تقسیم کیوں اور کن بنیادوں پر کس نے کی؟ نشاندہی ہونے پر اس کا حل نکالا جائے لیکن یہ کام یو۔اے۔ای اور سعودی عرب خود نہیں کر سکتے لہٰذا اس کام کے لیے کوئی ایسا تیسرا فریق نامزد کیا جائے جس پر دونوں ممالک کا اعتماد ہو۔ ورنہ حوثیوں کے خلاف کسی مضبوط سیاسی حکمت عملی کی گنجائش کم ہو جائے گی اور یمن میں دوسرے ایک سے زیادہ گروپ یا گروہ مضبوط ہو سکتے ہیں لیکن ایسا ہونے سے نہ صرف ریاستی ادارے کمزور ہوں گے بلکہ انسانی بحران بھی بڑھ جائے گا۔ یمن کا محل وقوع ایسا ہے کہ اگر وہاں عدم استحکام کا خاتمہ نہ ہو سکا تو بحیرہ عرب کے ساتھ ساتھ اہم بحری راستے بھی مشکل بن جائیں گے۔ کیونکہ باب المدب اور گردونواح کے سمندری حساس راستے عالمی تجارت کے لیے مصیبت ثابت ہوں گے جب انشورنس لاگت بڑھے گی اور شپنگ روٹس میں تبدیلی یا رکاوٹیں پیدا ہوں گی تو اخراجات کا بڑھنا حقیقی بات ہے۔ جس سے علاقائی سرمایہ کاری کے فیصلوں پر اثر پڑے گا یعنی اس بحران کی بنیاد یمن اور وہاں کے حالات سے جڑی ہے۔

متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب موجودہ صورتحال میں ایک دوسرے کے مدمقابل ضرور دکھائی دے رہے ہیں لیکن ایسی غیر یقینی صورتحال اور سیاسی اختلافات معاشی مفادات کو بھی ٹھیس پہنچائیں گے اور ان کا سب سے زیادہ ردعمل اوپیک پلس پر پڑ سکتا ہے وہاں اعتماد متاثر ہوا تو پھر سارا نظام خطرے میں پڑ جائے گا پیداواری اہداف اور طویل مدتی حکمت عملی بنانی مشکل ہو سکتی ہے۔

بظاہر جنگ ہوتی دکھائی نہیں دے رہی لیکن دباؤ بڑھنے اور الزامات کو تسلیم نہ کرنے سے کشیدگی بڑھ ہی نہیں سکتی بلکہ حالات جنگ کی طرف دھکیلے جا سکتے ہیں۔ اس صورتحال کو اگر ماضی کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کریں تو یہ بات بھی کھل کر سامنے آ جائے گی کہ خلیج میں ہم آہنگی ہمیشہ ایک سی نہیں رہی لہٰذا کشیدگی بڑھی یا برقرار بھی رہی تو علاقائی ریاستیں اپنے معاشی مفادات میں اپنی پوزیشن بدل سکتیں ہیں اور پھر ایسی صورتحال میں سفارتی محاذ اہمیت اختیار کر جائے گا۔

فی الحال ایسے اشارے نہیں مل رہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ غیر یقینی کی صورتحال کاروباری حلقوں میں مایوسی پیدا کرتی ہے جس سے افواہوں، اندیشوں اور تحفظات پیدا کر کے نیا بحران بنا دیا جاتا ہے اس بحران کی قیمت کسی ایک کو نہیں، سب کو ادا کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ توانائی منڈی کا اتار چڑھاؤ پوری دنیا کو بھگتنا پڑتا ہے ایسی صورتحال و بحران میں پاکستان واحد ملک ہے جس کے متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب سے دیرینہ اور منفرد انداز کے تعلقات ہیں موجودہ دور میں پاکستان نے جنگی، معاشی اور سفارتی محاذ پر کامیابیاں حاصل کر کے اپنا آپ منوایا ہے۔ اس لیے تمام دوست ممالک پاکستان سے نیک خواہشات کی تمنا رکھتے ہیں ویسے بھی پاکستان ایک ایسا پر امن ملک ہے جس نے دنیا بھر میں امن کے لیے اقوام متحدہ کے مشن میں شامل ہو کر اپنا فعال کردار ادا کرتا ہے اور اس صورتحال میں بھی پاکستان ایک برادر اور اہم ملک کی حیثیت

سے اپنے کردار سے بخوبی واقف ہے۔ کیونکہ اسے اس بات کا احساس ہے کہ اگر متحدہ امارات اور سعودی عرب کے درمیان غلط فہمی اور الزامات کا ازالہ نہیں کیا جا سکا تو اس کے اثرات خطے اور اسلامی ممالک کے لیے سبکی کا باعث بنیں گے لہٰذا ذرائع کے مطابق حکومت پاکستان دونوں برادر ملکوں سے رابطے میں ہے بلکہ انہیں باہمی طور پر اختلافات ختم کرنے کی تجویز کے ساتھ اپنی ذمہ دارانہ پیش بھی کر چکا ہے۔ توقع یہی ہے کہ متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب اس بحران سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور معاملہ جنگ تک نہیں پہنچے گا کیونکہ معاملات کا حل جنگ کبھی بھی ثابت نہیں ہوئی بلکہ جنگوں نے ہمیشہ انسانی المیہ کو جنم دیا ہے۔

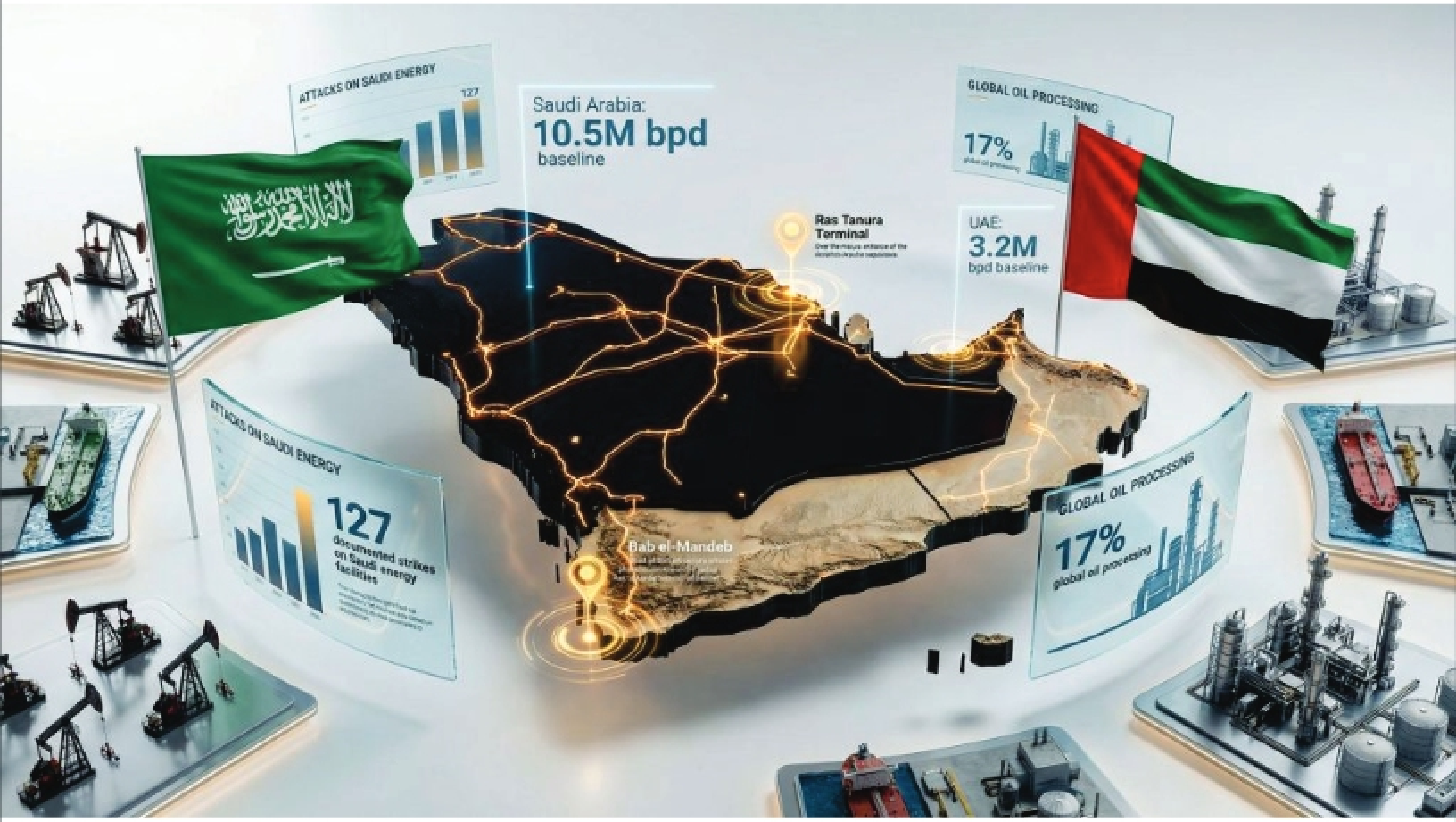

پاکستان لینڈ آرڈیننس پر عدلیہ اور حکومت کے درمیان تنازع

امتیاز احمد تارڑ
(کالم نگار اور اینکر ہیں، اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں)

پاکستان میں زمین کے تنازعات اور عدلیہ وحکومت کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات نے ہمیشہ سے قانونی اور انتظامی نظام کے مؤثر کام کرنے کی صلاحیت پر سوالات اٹھائے ہیں۔ حالیہ دنوں میں پنجاب حکومت کے تحت متعارف کردہ ''پنجاب پروٹیکشن آف اونرشپ آف امووایبل پراپرٹی آرڈیننس'' اور اس کی بعد میں معطلی نے نہ صرف قانون کے نفاذ کے طریقہ کار بلکہ عدلیہ اور انتظامیہ کے درمیان اختیارات کی حد بندی پر بھی غور وفکر کے نئے مواقع پیدا کیے ہیں۔ اس معاملے کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم نہ صرف قانون کے بنیادی نکات کو دیکھیں بلکہ اس کے عملی اثرات، عوامی اعتماد اور آئینی حدود کا بھی جائزہ لیں۔

اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت اور عدلیہ کے اختیارات کی حد بندی کہاں ختم ہوتی ہے اور قانون کے مقصد کی تکمیل کہاں شروع ہوتی ہے؟ پاکستان کے آئینی ڈھانچے میں یہ ایک بار بار سامنے آنے والا سوال ہے۔ عدلیہ کا اختیار یہ ہے کہ وہ قانون کی آئینی حیثیت کو یقینی بنائے، جبکہ حکومت کا اختیار یہ ہے کہ وہ عوامی مفاد میں قوانین نافذ کرے اور انتظامی مسائل حل کرے۔ دونوں اختیارات کے درمیان توازن قائم رکھنا ایک پیچیدہ لیکن ضروری عمل ہے۔ عوامی نقطہ نظر سے بھی صورتحال اہم ہے۔

پاکستان میں زمین کے تنازعات کی تاریخ صدیوں پر محیط ہے۔ دیہی اور شہری پنجاب میں زمین کی ملکیت اور قبضے کے مسائل نے عدالتی نظام پر سب سے زیادہ دباؤ ڈالا ہے۔ ہزاروں مقدمات عدالتوں میں سالہا سال سے زیر التوا ہیں اور اکثر مقدمات میں طاقتور فریق مالی اور سیاسی اثر

ورسوخ کے ذریعے فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ یہ صورتحال عام شہری کو قانونی تحفظ کے فقدان کا احساس دلاتی ہے اور عدلیہ کے فیصلوں پر اعتماد کمزور کرتی ہے۔اس پس منظر میں پنجاب حکومت نے 2025 میں پنجاب پروٹیکشن آف اونرشپ آف امووایبل پراپرٹی آرڈیننس لایا، جس کا مقصد زمین پر قبضہ مافیا کی حوصلہ شکنی، فوری ریلیف اور انتظامی سطح پر تنازعات کا حل بڑا واضح تھا۔اس آرڈیننس کے تحت ڈپٹی کمشنر کو اختیارات دیے گئے کہ وہ زمینوں کے حوالے سے درخواستیں وصول کرے اور انہیں 90 دن کے اندر نمٹائے۔اس کے ساتھ چھ افراد پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی، جس میں ڈپٹی کمشنر، ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر، اے ڈی سی ریونیو، اسسٹنٹ کمشنر، ایک پولیس افسر اور ایک حکومتی افسر شامل تھے، جو کیس کی تحقیقات کے بعد اپنے نتائج ٹربیونل کو بھجواتے۔اس فریم ورک کا مقصد یہ تھا کہ عام عدالتیں بوجھ سے آزاد رہیں اور عوام کو فوری انصاف مل سکے۔لیکن اسی قانون کی معطلی نے قانونی اور انتظامی تنازعات کی ایک نئی پیچیدگی پیدا کر دی۔

یہ صورتحال ایک پیچیدہ قانونی سوال اٹھاتی ہے: کیا حکومت کا اقدام عدالتی بوجھ کو کم کرنے اور فوری ریلیف فراہم کرنے کی غرض سے تھا یا اس سے اختیارات کے غیر ضروری ارتکاز اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا امکان بڑھ گیا؟ پنجاب حکومت نے آرڈیننس کو لاگو کرنے سے پہلے عدالتی عمل کی طوالت، قبضہ مافیا کی موجودگی اور عوام کے مشکل حالات کو مدنظر رکھا۔لاکھوں شہری ایسے ہیں، جن کے کیس دہائیوں سے زیر التوا ہیں اور طویل عدالتی عمل نے انہیں انصاف سے محروم کر رکھا ہے۔ آرڈیننس کا بنیادی مقصد یہی خلا پر کرنا تھا۔لیکن عدالت کی تشویش بھی قابل فہم ہے۔کسی بھی قانون کا نفاذ اگر شہریوں کے بنیادی حقوق، قانونی طریقہ کار اور اپیل کے حقوق کو متاثر کرے تو وہ آئینی تنازع پیدا کر سکتا ہے۔عدالت کے مطابق اگر ڈپٹی کمشنر کے پاس مکمل اختیار ہو جائے کہ وہ فوری قبضے دلا سکتا ہے، تو یہ اختیار بغیر کسی عدالتی نگرانی کے غیر محدود ہو سکتا ہے، جو طاقتور فریق یا ناجائز قبضہ گروپوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

> لاہور ہائیکورٹ نے اس آرڈیننس کو معطل کرتے ہوئے کہا کہ یہ قانون اختیارات کے ارتکاز کی طرف مائل ہے اور بعض شقیں آئین کے آرٹیکل 10 کے متصادم ہیں، جو شہریوں کو قانونی طریقہ کار اور اپیل کے حق کی ضمانت دیتا ہے۔عدالت نے آرڈیننس کے تحت دیے گئے قبضوں کو بھی واپس کرنے کا حکم دیا اور فل بینچ تشکیل دینے کی ہدایت دی تاکہ آئینی اور قانونی پہلوؤں کا جائزہ لیا جا سکے۔

اگر قانونی پہلو کو مدنظر رکھا جائے تو آئین شہریوں کو انصاف تک رسائی اور قانونی تحفظ دیتا ہے اور یہ تحفظ صرف قانون کی موجودگی سے نہیں بلکہ اس کے مؤثر نفاذ سے ممکن ہے۔ پنجاب میں زمین کے تنازعات کی نوعیت بھی اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بناتی ہے۔ زیادہ تر زمینیں مشترکہ خاندانوں کی ہیں اور ان کے حوالے سے معاہدے، بیعانہ اور کرایہ داری کے تنازعات اکثر سول عدالتوں میں دائر ہوتے ہیں۔موجودہ آرڈیننس کے تحت ڈپٹی کمشنر فوری کارروائی کرتا ہے، لیکن اگر عدالت کے زیر التوا فیصلے موجود ہوں، تو اس سے قانونی پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ متعدد کیسز

میں یہ دیکھا گیا کہ سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا لیکن ڈپٹی کمشنر نے قبضہ دوسری پارٹی کو منتقل کر دیا۔ یہ صورتحال نہ صرف شہریوں کے اعتماد کو کمزور کرتی ہے بلکہ عدالتی نظام کے مؤثر کام کرنے کی اہلیت پر بھی سوالات اٹھاتی ہے۔

قانونی ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ مسئلہ قانون کا نہیں بلکہ اس کے نفاذ اور عملدرآمد کے طریقے کا ہے۔ ایک مؤثر قانون اور اس کا شفاف نفاذ عوامی اعتماد بڑھاتا ہے، جبکہ کسی بھی قانون کا غلط نفاذ عدالتی نظام، انتظامیہ اور شہریوں کے درمیان تصادم پیدا کر سکتا ہے۔ پنجاب حکومت نے آرڈیننس کے تحت ٹریبونلز قائم کرنے اور انتظامی افسران کو قانونی فریم ورک فراہم کیا، لیکن وکلاء اور عدلیہ کے تحفظات کی بنا پر یہ عمل پیچیدہ اور متنازع ہو گیا۔

عدلیہ اور حکومت کے درمیان اس تنازع کی ایک اور جہت آئینی ہے۔ آئین پاکستان میں شہریوں کو بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے، جن میں قانونی تحفظ، اپیل کا حق اور انصاف تک فوری رسائی شامل ہیں۔ آرڈیننس کے بعض نکات اگر ان حقوق کے متصادم ہوں، تو عدلیہ کا ردعمل جائز ہے۔ لیکن یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ آرڈیننس عوامی مفاد میں لایا گیا تھا تاکہ قبضہ مافیا کے خلاف مؤثر کارروائی ممکن ہو اور عام شہری کو فوری انصاف مل سکے۔ پنجاب میں لاکھوں شہری ایسے ہیں جن کی زمینیں قبضہ مافیا کے ہاتھوں خطرے میں ہیں اور دہائیوں سے عدالتوں میں فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کے لیے آرڈیننس فوری ریلیف کا ذریعہ تھا۔ عدالت کی معطلی سے یہ امیدیں ختم ہو گئی ہیں اور

شہریوں میں قانونی تحفظ کے فقدان کا احساس مزید بڑھ گیا ہے۔ اس طرح عدالت اور حکومت کے بیچ تنازع کا براہ راست اثر عوام پر پڑتا ہے، جو انصاف کے حصول میں مزید مایوسی کا شکار ہوتے ہیں۔

بین الاقوامی تجربات بھی بتاتے ہیں کہ ترقی پذیر ممالک میں زمین کے تنازعات کے حل کے لیے خصوصی ٹریبونلز اور انتظامی میکانزم کامیاب رہے ہیں۔ یہ نظام عدالتی بوجھ کو کم کرتا اور شہریوں کو فوری اور مؤثر انصاف فراہم کرتا ہے۔ پنجاب آرڈیننس بھی اسی تصور کے تحت متعارف کرایا گیا، مگر مقامی قانونی اور آئینی حساسیت نے اسے متنازع بنا دیا۔ مستقبل کے لیے ضروری ہے کہ عدلیہ اور حکومت ایک واضح لائحہ عمل تیار کریں۔ آرڈیننس یا قانون کے نفاذ کے دوران شہریوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے، ٹریبونلز کی شفافیت برقرار رہے اور اپیل کے طریقہ کار کو واضح کیا جائے۔ یہ قدم نہ صرف قانونی تنازعات کو کم کرے گا بلکہ عوامی اعتماد کو بھی مضبوط کرے گا۔

یہ بھی واضح ہے کہ لینڈ پروٹیکشن آرڈیننس کا مقصد عدلیہ کو کمزور کرنا نہیں تھا، بلکہ ایک عملی اور فوری قانونی حل فراہم کرنا تھا۔ اگر اس قانون کو درست اور شفاف طریقے سے نافذ کیا جائے تو قبضہ مافیا کے خلاف مؤثر کارروائی ممکن ہے اور عوام کو فوری ریلیف مل سکتا ہے۔ عدالت اور حکومت کے درمیان تعاون اور واضح اختیارات کی حد بندی ہی مستقبل میں زمین کے تنازعات کے حل اور قانونی نظام کے مؤثر کام کرنے کی ضمانت ہو سکتی ہے۔ پنجاب لینڈ آرڈیننس کے معاملے میں قانونی اصلاحات اور انتظامی اقدامات میں توازن برقرار رکھنا ضروری ہے۔ عدالتوں کا احترام لازمی ہے، لیکن عوامی مفاد اور فوری انصاف کے حصول کے لیے حکومت کو بھی مؤثر اور شفاف طریقے سے کام کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ یہ تنازع صرف قانونی یا آئینی مسئلہ نہیں بلکہ عوامی اعتماد، قانونی شفافیت اور عدالتی نظام کی مضبوطی کا بھی معاملہ ہے۔

سال 2025 اور بڑھتی دہشتگردی

محمد زکریا
(مصنف، کالم نگار ہیں اور پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں)

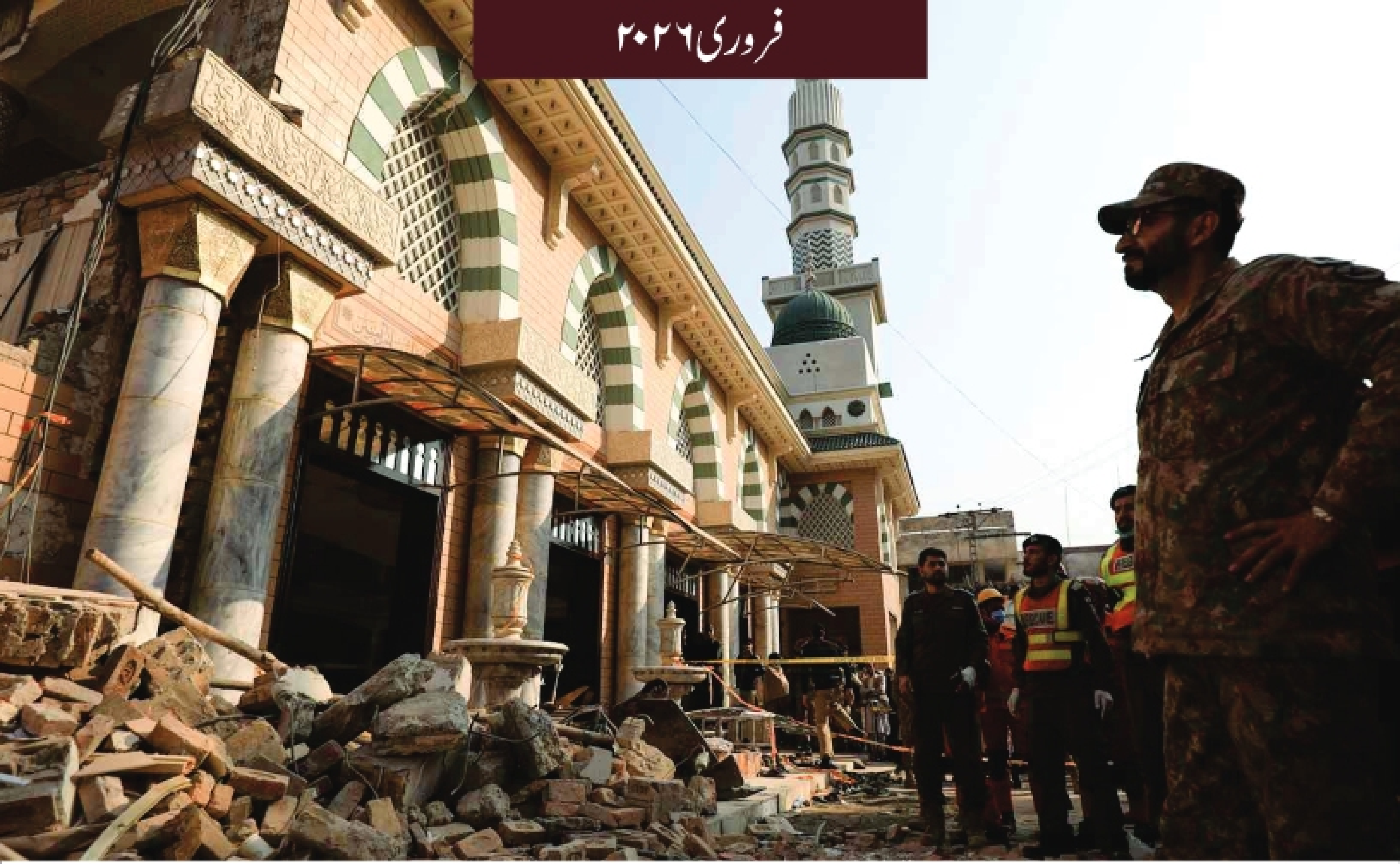

وطن عزیز دہشتگردی کے ناسور کے خلاف کئی دہائیوں سے جنگ جاری رکھے ہوئے ہے۔ دہشتگرد نہ صرف انسانیت کے دشمن ہیں بلکہ تعلیم، ترقی، تجارت اور خوشحالی کے بھی دشمن ہیں۔ کسی بے گناہ کا قتل نہ تو بہادری ہے اور نہ ہی اسلام کی خدمت۔ اسلام امن کا دین ہے اور اس دین کی اشاعت بھی نہایت پرحکمت اور پرامن طریقہ سے ممکن ہوئی۔ بندوق کے زور پر کسی دوسرے گروہ پر انتہا پسندانہ عقائد کا نفاذ کسی صورت بھی قابل ستائش نہیں۔ اسلام کی اپنی مرضی کے مطابق تشریح وترویج اور کسی اسلامی ریاست میں فساد برپا کرنا کہیں بھی اسلامی عقائد میں موجود نہیں ہے۔ دہشتگردی کسی بھی معاشرے اور ریاست کیلئے ناقابل بیان صورتحال ہے۔ جس کا براہ راست اثر معاشی شرح نمو پر پڑتا ہے، سرمایہ کاری میں کمی واقع ہوتی ہے اور ملک افراتفری کا شکار ہوجاتا ہے۔ حالیہ دہشتگردی کی لہر کے بھی شاید یہی اہداف ہیں کہ کسی صورت عوام میں ڈر اور خوف کی کیفیت پیدا کر کے اپنے نظریات کا پرچار کیا جاسکے اور وطن عزیز کی سلامتی کو کاری ضرب پہنچائی جاسکے۔ پاکستان کے عوام اور ادارے پوری طرح صورتحال سے آگاہ ہیں اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہو کر دہشتگردوں اور ان کے آقاؤں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ آیئے تجزیہ کرتے ہیں کہ سال 2025 میں دہشتگردی کی کارروائیوں میں کتنا اضافہ ہوا، بنیادی عوامل کیا ہیں اور کس طرح ان بزدلانہ کارروائیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

سال 2025 پاکستان کی تاریخ میں ایک ایسے سیاہ باب کے طور پر درج ہو چکا ہے جس نے نہ صرف سیکیورٹی کے دعوؤں کو چیلنج کیا بلکہ ریاست اور عوام دونوں کو ایک بار پھر اس تلخ حقیقت سے آشنا کر دیا کہ دہشت گردی کا عفریت مکمل طور پر ختم نہیں ہوا۔ دہشت گردی سے متعلق

جنگی ہلاکتوں میں 74 فیصد اضافہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ملک ایک بار پھر تشدد کے ایسے دائرے میں داخل ہو چکا ہے جس سے نکلنے کے لیے محض عسکری طاقت کافی نہیں۔

پاکستان انسٹیٹیوٹ فار کنفلکٹ اینڈ سکیورٹی سٹڈیز کی حالیہ رپورٹ کے مطابق 2025 کا یہ سال 2015 کے بعد شدت پسندوں کے لیے، 2011 کے بعد سکیورٹی فورسز کے لیے، اور ایک دہائی میں عام شہریوں کے لیے سب سے مہلک سال ثابت ہوا۔ رپورٹ کے مطابق 2025 میں شدت پسند حملوں کی تعداد بھی 2014 کے بعد سب سے زیادہ رہی۔ خودکش حملوں اور چھوٹے ڈرونز کے استعمال میں بھی واضح اضافہ دیکھا گیا۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اس سال ملک بھر میں 67 ہزار سے زائد انٹیلی جنس بیسڈ آپریشنز یعنی آئی بی او کیے گئے۔

2025 میں تشدد کی شدت نے خاص طور پر خیبر پختونخوا اور بلوچستان کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھا۔ یہ وہ علاقے ہیں جو جغرافیائی طور پر حساس، معاشی طور پر محروم اور تاریخی طور پر ریاستی کمزوریوں کا شکار رہے ہیں۔ انہی خلاؤں میں شدت پسند نظریات نے دوبارہ سانس لی۔ بارڈر علاقوں میں بڑھتی ہوئی جھڑپیں اور منظم حملے اس بات کا اشارہ تھے کہ عسکریت پسند گروہ نہ صرف فعال ہیں بلکہ پہلے سے زیادہ منظم اور پُر اعتماد دکھائی دیتے ہیں۔ یہ گروہ نہ صرف سکیورٹی فورسز کو نشانہ بنا رہا ہے بلکہ عوامی مقامات، عدالتوں، تعلیمی اداروں، بازاروں اور دیگر حساس علاقوں پر خودکش حملے کر رہا ہے۔ سال 2025 میں سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں کی ہلاکتیں بھی سب سے زیادہ رپورٹ کی گئیں۔ یعنی 667 جو 2011 کے بعد کا بلند ترین سال ہے۔ یہ رجحان اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عسکریت پسند گروہ اب زیادہ منظم، زیادہ مسلح، اور زیادہ جارحانہ ہو چکے ہیں۔ سکیورٹی فورسز کی قربانیاں غیر معمولی حد تک بڑھیں، جو ایک دہائی بعد کی بلند ترین سطح تھیں۔ چیک پوسٹوں پر حملے، گشت کرنے والے دستوں کو نشانہ بنانا اور براہ راست مقابلے اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ دہشت گرد اب دفاعی پوزیشن میں نہیں رہے۔ یہ صورتحال ریاست کے لیے ایک سنجیدہ لمحہ فکریہ ہے کیونکہ یہ مخدوش صورتحال سوال اٹھا رہی ہے کہ آیا دہشت گردی کے خلاف حاصل کی گئی کامیابیاں عارضی تھیں یا مستقل۔

حملوں کی نوعیت میں بھی ایک واضح تبدیلی دیکھی گئی۔ خودکش دھماکوں کے ساتھ ساتھ بارودی سرنگوں، ریموٹ کنٹرول دھماکوں اور منظم فائرنگ کے واقعات میں اضافہ ہوا۔ یہ سب اس بات کی علامت ہیں کہ دہشت گرد نیٹ ورکس کو نہ صرف وسائل حاصل ہیں بلکہ انہیں تربیت، منصوبہ بندی اور یقینی طور پر سرحد پار سہولت کاری بھی میسر ہے۔ افغانستان کی بدلتی ہوئی صورتحال اور خطے میں سفارتی تناؤ نے اس خطرے کو مزید پیچیدہ بنا دیا۔ بین الاقوامی سطح پر 2025 نے پاکستان کے امیج کو ایک بار پھر ایک غیر محفوظ ملک کے طور پر نمایاں کیا ہے۔ عالمی دہشت گردی انڈیکس میں پاکستان کا اوپر آنا محض ایک درجہ بندی نہیں بلکہ عالمی اعتماد کے لیے ایک وارننگ ہے۔ اس کا اثر براہ راست سرمایہ

کاری، سیاحت، معاشی استحکام اور سفارتی تعلقات پر پڑتا ہے، جس کی قیمت بالآخر عام پاکستانی ادا کرتا ہے۔

2025 میں 1,063 سے زیادہ دہشت گرد حملوں کو ریکارڈ کیا گیا، جو 2014 کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ یہ اضافہ صرف ایک عددی فرق نہیں بلکہ ایک بڑے سیکیورٹی چیلنج کا عکاس ہے جو معاشی، معاشرتی، سیاسی اور جغرافیائی سطح پر ملک کو متاثر کر رہا ہے۔ TTP جیسے گروہوں نے 2025 میں حملوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ درحقیقت، گلوبل ٹیررازم انڈیکس 2025 کے مطابق پاکستان دہشت گردی سے متاثر

ممالک میں دوسرے نمبر پر آ گیا ہے، جہاں دہشت گردی سے ہلاکتوں میں گزشتہ سال کے مقابلے میں 45 فیصد اضافہ ریکارڈ ہوا۔ یہ ہلاکتیں درج ذیل گروپوں میں تقسیم ہوئی ہیں: دہشت گرد: 2,138، سیکیورٹی فورسز کے اہلکار: 667، عام شہری: 580، پرو گورنمنٹ پر امن کمیٹیوں کے ارکان: 28۔

سیکیورٹی حکام کا کہنا ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں آئی بی او، مسلح گروہوں اور شدت پسند تنظیموں کے خلاف ایک وسیع تر اور پہلے کی نسبت سخت مہم کی عکاسی کرتا ہے۔ تجزیہ کاروں کے مطابق یہ اس بات کی نشاندہی بھی ہے کہ شدت پسندی ایک بار پھر گہری جڑیں پکڑ چکی ہے۔ اس سال ہونے والے پرتشدد واقعات اور دہشتگردی کے حملوں کی ایک اور نمایاں بات یہ ہے کہ یہ حملے کہاں ہو رہے تھے۔ خودکش حملوں سے لے کر

ٹارگٹ کلنگ تک، شدت پسندوں نے اپنی پہنچ اور اہداف دونوں بڑھائے۔ حالیہ برسوں میں پاکستان میں شدت پسندوں کی کارروائیاں زیادہ تر سرحدی اور دور دراز علاقوں تک محدود تھیں، خاص طور پر خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے کچھ حصوں میں۔ لیکن 2025 میں شدت پسندوں نے شہروں اور ہائی سکیورٹی مقامات پر بھی حملے کیے۔ اب وہ ایسے مقامات کو نشانہ بنا رہے ہیں جو پہلے نسبتاً محفوظ سمجھے جاتے تھے۔

نومبر میں اسلام آباد کے جوڈیشل کمپلیکس پر ہونے والا خودکش حملہ اس کی ایک مثال ہے۔ اسلام آباد کو ملک کے محفوظ ترین شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ سکیورٹی تجزیہ کاروں کے مطابق اب خطرے کی نوعیت بھی بدل چکی ہے۔ شدت پسند گروہ اب نئے قسم کے ہتھیار استعمال کر رہے ہیں۔ 2021 کے بعد ہم نے امریکی اور نیٹو ہتھیاروں کو ان تنظیموں کے ہاتھ لگتے دیکھا۔ لیکن اب ایسے ہتھیار اور سسٹمز سامنے آ رہے ہیں جو ماضی میں شاذ و نادر ہی شدت پسندوں کے پاس ہوتے تھے۔ ایک بڑا عنصر حملوں میں کواڈ کاپٹر ڈرونز کا بڑھتا ہوا استعمال ہے۔ بلوچستان میں شدت پسند اب ایسی آئی ای ڈیز بھی استعمال کر رہے ہیں جو سکیورٹی فورسز کے جیمرز کی فریکوئنسی کو نشانہ بنا سکتی ہیں۔ اس کی وجہ سے ہلاکتیں بڑھ رہی ہیں۔ یہ آلات روایتی حفاظتی اقدامات کو ناکام بنا دیتے ہیں، جس کے باعث زیادہ افسران اور فوجی جوان شہید ہو رہے ہیں۔

5 دسمبر تک دہشتگرد حملوں اور انسداد دہشتگردی آپریشنز کے دوران ملک بھر میں کم از کم 3800 افراد ہلاک ہوئے۔ یہ تعداد 2024 کے مقابلے میں تقریباً 70 فیصد زیادہ ہے۔ اعداد و شمار یہ بھی دکھاتے ہیں کہ اس سال زیادہ ہلاکتیں عام شہریوں، سکیورٹی اہلکاروں یا شدت پسندوں کی ہوئیں۔ ڈیٹا کے مطابق 2024 میں زیادہ تر اموات شدت پسند حملوں کے نتیجے میں ہوئی تھیں۔ اُس سال 754 سکیورٹی اہلکار شہید ہوئے تھے جبکہ تقریباً 900 شدت پسند، مختلف حملوں اور انسداد دہشت گردی کارروائیوں میں ہلاک ہوئے۔ لیکن 2025 میں صورتِ حال یکسر مختلف رہی۔ اس سال مجموعی ہلاکتوں میں سے نصف سے زیادہ شدت پسند تھے جو سکیورٹی آپریشنز میں مارے گئے۔ اعداد و شمار کے مطابق 2000 سے زائد شدت پسند ہلاک ہوئے، جبکہ سکیورٹی اہلکاروں کی ہلاکتیں 1,200 سے کم رہیں۔

ان حملوں کے پیچھے کون ہے؟ پاکستان کو کسی ایک شدت پسند گروہ کا سامنا نہیں، بلکہ کئی گروہ مختلف مقاصد، طریقوں اور علاقوں میں سرگرم ہیں۔ اس سال سب سے زیادہ حملوں کی ذمہ داری کالعدم شدت پسند تنظیم تحریک طالبان پاکستان یعنی ٹی ٹی پی پر عائد کی گئی ہے۔ یہ 2007 میں قائم ہونے والی ایک شدت پسند تنظیم ہے جو پاکستانی ریاست کی رٹ چیلنج کرتی ہے اور یہاں اپنی تشریح کے مطابق اسلامی قانون نافذ کرنا چاہتی ہے۔ ماضی میں متعدد فوجی کارروائیوں کے نتیجے میں کمزور ہونے کے باوجود اب یہ گروہ دوبارہ منظم ہو چکا ہے۔ سکیورٹی حکام کے مطابق اب ٹی ٹی پی ایک سخت مرکزی قیادت کے بجائے مختلف دھڑوں کے نیٹ ورک کے طور پر کام کر رہی ہے، جس سے چھوٹے سیلز کو آزادانہ طور پر حملے کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ٹی ٹی پی کی توجہ اب بھی خیبر پختونخوا پر مرکوز ہے، جہاں یہ پولیس تھانوں، سکیورٹی اہلکاروں کے قافلوں،

انٹیلی جنس اہلکاروں اور مقامی حکام کو نشانہ بناتی ہے۔ یہ حملے عموماً کم لاگت کے ہوتے ہیں مگر ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اور ان کا مقصد سکیورٹی فورسز پر مسلسل دباؤ ڈالنا ہے۔

دوسری جانب بلوچستان میں دہشتگردی اور تشدد کی نوعیت مختلف ہے۔ وہاں علیحدگی پسند گروہ، خاص طور پر کالعدم شدت پسند تنظیم بلوچ لبریشن آرمی، مذہبی نظریے کے بجائے سیاسی محرومی، وسائل پر کنٹرول اور ریاستی جبر کے خلاف شکایات کی بنیاد پر کارروائیاں کرتے ہیں۔ سال 2024 میں ان کے حملوں کا ہدف اکثر فوجی تنصیبات، چین کے تعاون سے بننے والے منصوبے، ریلوے لائنیں اور توانائی کے انفراسٹکچر رہے۔ لیکن سال 2025 میں عام شہریوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ مارچ میں بلوچستان میں جعفر ایکسپریس پر حملہ ہوا اور اس میں سوار مسافروں کو یرغمال بنایا گیا۔ ایک بڑے فوجی آپریشن کے بعد ان مسافروں کو بازیاب کرایا گیا۔ اسی طرح کوئٹہ میں ریلوے اسٹیشن پر حملے میں متعدد عام شہری اور فوجی اہلکار ہلاک ہوئے۔

پاکستان میں داعش کے علاقائی گروہ، آئی ایس۔ کے، کی جانب سے بھی حملے دیکھے گئے ہیں۔ یہ گروہ ٹی ٹی پی کے مقابلے میں چھوٹا ہے، مگر اس نے چند بڑے اور نمایاں حملے کیے۔ تجزیہ کاروں کے مطابق یہ گروہ عموماً ایک دوسرے سے تعاون کے بجائے مقابلہ کرتے ہیں، لیکن ان سبھی کو ایک جیسے حالات فائدہ دیتے ہیں، یعنی سیاسی عدم استحکام، سرحدیں، معاشی مشکلات اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کمزوریاں۔ سال 2025 میں سیاسی تقسیم نے بھی انسداد دہشت گردی کی کوششوں کو کمزور کیا، خاص طور پر خیبر پختونخوا میں، جہاں فوج اور عمران خان کی جماعت پی ٹی آئی کی صوبائی حکومت کے درمیان تعلقات کشیدہ رہے۔ ایسی صورتحال (شدت پسندی) سے نمٹنے کے لیے عوامی حمایت بہت ضروری ہوتی ہے، اور وہ سیاست اور سیاستدانوں کے ذریعے ملتی ہے۔ لیکن اس وقت صوبے اور وفاق کے درمیان گہری خلیج ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر حملوں میں مصروف ہیں، اور اس سے شدت پسندی کے خلاف لڑائی کمزور ہو رہی ہے۔

دوسری جانب پاکستانی حکومت بار ہا ہمسایہ ملک افغانستان پر الزام لگاتی رہی کہ وہاں سے شدت پسند گروہوں کو کام کرنے کی سپیس مل رہی ہے۔ یہ تو بالکل واضح ہے کہ افغانستان حکومت اس سارے گٹھ جوڑ کی سرپرستی کرتی ہے، طالبان اپنے مذموم مقاصد کا حصول ممکن بنانا چاہتے ہیں، افغانستان کی سرزمین سے فتنہ الہندوستان آپریٹ کرنے کے ناقابل تردید ٹھوس شواہد موجود ہیں۔ یہ تو بڑا واضح ہے کہ ان کے لیے تو یہ ایک وار اکانومی (جنگی معیشت) ہے، اور وہ اسی پر پل رہے ہیں۔ اکتوبر 2025ء میں افغانستان اور پاکستان کے بیچ اسی تنازعے پر جھڑپیں بھی ہوئیں اور تب سے ہی دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی تعلق منقطع اور تمام کراسنگ پوائنٹس بند پڑے ہیں۔ ماہرین کے مطابق دونوں ملکوں کے بیچ اس تنازع نے پہلے سے نازک صورتحال میں مزید تناؤ پیدا کر دیا ہے اور دہشتگردی جیسے مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔

اس بحران کا مقابلہ صرف عسکری قوت سے نہیں بلکہ معاشی، سماجی، تعلیمی اور سفارتی اقدامات کے ذریعے ممکن ہے۔ پاکستان کو دہشت

گردی کے رجحان کو کم کرنے، عوام کو محفوظ بنانے، اور ایک مستحکم مستقبل کی طرف بڑھنے کے لئے مربوط حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے۔افغان طالبان کو منافقانہ پالیسیوں کو ترک کر کے ایک ذمہ دار ریاست ہونے کا ثبوت دینا ہوگا۔ بھارت جو کہ پاکستان کے وجود کا ازلی دشمن ہے،اس کے ہاتھوں کھیلنے کی بجائے اپنے ملک اور افغان عوام کے بہتر آج اور کل کیلئے ٹھوس اقدامات اٹھائیں۔ بھارت جو کہ پوری دنیا میں جاسوسی، سازشوں اور رہنماؤں کے قتل میں ملوث ہے وہ تو یہی چاہتا ہے کہ کسی صورت پاکستان کو بھی اپنے زیر اثر لایا جا سکے۔ پاکستان ،طالبان سے افغان سرزمین کی گارنٹی مانگ رہا ہے کہ افغان سرزمین کسی صورت پاکستان کے خلاف استعمال نہ ہو۔طالبان یہ کام کرنے سے قاصر ہیں، ان کا ذریعہ معاش دہشتگردی ہے اور ان کا سب سے بڑا اسپانسر بھارت ہے۔ پاکستان ایک حقیقت ہے اور پورے جنوبی ایشیا میں امن، ترقی وخوشحالی پاکستان کی خوشحالی کے بغیر ہرگز ممکن نہیں ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ جنوبی ایشیا کے تمام ممالک ایک دوسرے کیخلاف سازشوں کی بجائے ایک ساتھ ملکر دہشتگردی، غربت اور جہالت کیخلاف لڑیں۔مسئلہ کشمیر سمیت تمام باہمی تنازعات بات چیت اور برابری کی سطح پر ایک دوسرے کو عزت واحترام دیتے ہوئے ہی حل کئے جا سکتے ہیں۔ دہشتگردی سے پاک پاکستان، ہر پاکستانی کا خواب ہے اور اس کو حقیقت ہونے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔

ورلڈ کپ۔۔ٹی ٹونٹی

کیا پاک بھارت ایک دوسرے کی سرزمین پر کھیلیں گے؟

ناصر نقوی
(مصنف سینئر جرنلسٹ اور کالم نویس ہیں)

کھیل کے میدان ہمیشہ سیاست سے پاک ہونے چاہییں لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہمسائے ملک بھارت نے اپنی دوغلی پالیسی میں کھیلوں کو بھی ملکی سیاست کی نذر کر دیا اور موجودہ دور میں یہ معاملہ اس وقت زیادہ سنجیدہ اور پیچیدہ ہو گیا جب معرکہ حق میں شکست کے بعد بھارتی کرکٹ بورڈ نے پاکستانی کھلاڑیوں سے ایشیا کپ میں نہ صرف ہاتھ نہیں ملایا بلکہ ایشین کرکٹ کے سربراہ پاکستانی محسن نقوی سے فاتح ٹرافی لینے سے انکار کر دیا۔ کھیل اور کھلاڑی دنیا بھر میں ایک سفارت کار کا درجہ رکھتے ہیں اسی لیے دنیا بھر میں بھارتی کرکٹ، کھلاڑی اور ذمہ دار تنقید کا نشانہ بنے ایسے میں بھی پاکستانی کھلاڑیوں نے ہر ممکن مثبت رویوں کا اظہار کیا لیکن محسن نقوی نے بطور سربراہ ایشین کرکٹ ٹرافی بورڈ کے دفتر کے سپرد کر کے یہ واضح پیغام دے دیا کہ جب بھارتی کھلاڑیوں اور بورڈ کا دل چاہے وہ آ کر ٹرافی مجھ سے وصول کر لیں۔ پھر بھی بھارتی رویہ تبدیل نہ ہوا بلکہ انڈر-19 اور وومن کرکٹ میں بھی نامناسب رویہ ہی دیکھنے کو ملا۔ کرکٹ کی تاریخ میں یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ بھارتی کرکٹ بورڈ نے ہمیشہ پاکستان سے کھیلنے میں رکاوٹ ہی پیدا نہیں کی بلکہ غیر جانبدارانہ مقام پر کھیلنے کی روایت بھی ڈالی، جس بنا پر دونوں ممالک نے زیادہ میچ شارجہ دبئی میں کھیلے، جہاں دونوں ممالک کے شہریوں کی بڑی تعداد ہونے کے باعث ہر میچ فائنل کے انداز میں کھیلا گیا بلکہ وہاں کون جیتا؟ کون ہارا؟ اس بات کو نظر انداز کر دیں۔

تب بھی ہفتوں دونوں ممالک کے شہری الجھتے پائے گئے شارجہ اسٹیڈیم بھی اس بات کا گواہ ہے کہ ہر میچ میں پاکستانیوں کے مقابلے

میں بھارتیوں نے نہ صرف شور شرابہ زیادہ کیا بلکہ ہاتھا پائی اور دست و گریباں بھی ہوئے، نتیجتاً پاک بھارت میچوں میں دونوں کے لیے الگ الگ پویلین بنا دیے گئے تاکہ ناخوشگوار واقعے سے کم از کم اسٹیڈیم محفوظ رہیں، پھر بھی ان تمام میچوں میں ریکارڈ بزنس بھی ہوا اور مار پیٹ بھی، موجودہ ٹینشن زدہ دور میں بھی دونوں ممالک کے شہری ان دو حریفوں ٹیموں کو اپنے میدانوں میں دیکھنے کی خواہش مند ہیں۔لیکن حکومتی اور انتظامی سطح پر سپورٹس مین سپرٹ کا فقدان ہے پاکستان اگر کچھ مثبت منصوبہ بندی کرتا بھی ہے تو بھارتی سیاسی رہنما اور حکومتوں کے زیر اثر کرکٹ بورڈ نے ہر منفی سوچ کو میڈیا کے ذریعے ہر موقع پر بڑھاوا دیا ہے۔اس رویے سے کرکٹ شائقین مایوس ہیں کہ شاید وہ کرکٹ کے روایتی حریفوں کو اپنی سرزمین پر آمنے سامنے نہ دیکھ سکیں حالانکہ کھیل لڑائی اور کشیدگی کے خاتمے کا باعث بنتے ہوئے دوستی اور خیر سگالی کی فضا قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں لیکن برصغیر میں کرکٹ جیسا عالمی دلچسپی کا کھیل ہی نہیں بلکہ اس کی اہمیت کہیں زیادہ ہے پھر بھی تمام کھلاڑیوں اور کھیلوں کے درمیان غیر منطقی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔

اگر پاک بھارت کے درمیان ہونے والی کرکٹ کا جائزہ لیا جائے تو تاریخ ہمیں بتائے گی کہ دونوں ممالک نے ابتدا1952ء میں ٹیسٹ سیریز سے کی اور یہ پاکستان نے بھارت کے خلاف کھیلی اور اس وقت کرکٹ کو دونو مولود ممالک کے درمیان تعلقات بہتر بنانے کا خوبصورت ذریعہ سمجھا گیا تھا۔اس ٹیسٹ سیریز کا ماحول اس قدر مثبت رہا تھا کہ آج برسوں بعد اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وقت کے ساتھ ساتھ کرکٹ ہی نہیں، تعلقات میں اتار چڑھاؤ آئے اور کرکٹ بھی سیاست کی بھینٹ چڑھ گئی کیونکہ کرکٹ جیسا عوامی کھیل غلط فہمیوں اور منفی سوچ کے باعث کھیل نہیں رہا بلکہ اسے تاریخی تناظر میں سیاست اور عوامی جذبات کا عکاس بنا دیا گیا۔

ایسے میں حالات بگڑے 1965 اور 1971 کی جنگوں نے بھی گہرا رنگ چھوڑا اور پاک بھارت کرکٹ معطل ہو گئی۔یوں محسوس کیا گیا دونوں ممالک کے کرکٹ تعلقات بھی اب سرحدی حالات کے تابع ہو گئے ہیں لیکن صدر جنرل محمد ضیاء الحق 1980 کی دہائی میں معاملات کی بہتری کے لیے کرکٹ ڈپلومیسی کا نعرہ لگا کر بھارت میچ دیکھنے گئے جس کے نتیجے میں دونوں ممالک ایک مرتبہ پھر کرکٹ سیریز کھیلنے کے لیے رضامند ہوئے۔1999 میں بھارتی ٹیم نے پاکستان کا تاریخ ساز دورہ کیا لیکن کارگل جنگ نے ایک مرتبہ پھر دونوں ممالک کو ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کر دیا۔یوں سیاسی اور سرحدی کشیدگی نے کھیل کے تسلسل کو عارضی قرار دے دیا تاہم بیک ڈور رابطے کامیاب ہوئے اور 2004 اور 2006 میں شائقین کرکٹ کی امیدیں بر آئیں۔یوں دونوں طرف شائقین کرکٹ نے اپنے اپنے میدانوں میں بیٹھ کر میچ دیکھے، اسی لیے پاک بھارت کرکٹ کے حوالے سے اس دور کو سنہرا دور بھی کہا جاتا ہے لیکن کرکٹ تعلقات اپنے عروج تک نہیں پہنچے تھے کہ 2008 میں ممبئی حملے رونما ہو گئے اور حالات ایسے بدلے کہ بھارت نے پاکستان سے دوطرفہ کرکٹ کے دروازے بند کر دیے۔تاہم دونوں ممالک کی ٹیمیں مختلف موقعوں پر عالمی مقابلوں میں مدمقابل آئیں، میچ بھی دلچسپ اور کانٹے دار ہوئے لیکن ان محدود مواقع سے کرکٹ میں سیاسی رنگ حکومتی پالیسیوں کے

باعث گہرا ہوگیا اور پھر روایتی حریفوں کے میچ جنگ اور قومی بیانیہ کے نمائندہ بن گئے۔ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ انٹرنیشنل کرکٹ کونسل شیڈول اور مختلف مقابلوں کی منصوبہ بندی کرتی لیکن پاکستان اور بھارت کے معاملات کے حتمی فیصلے حکومتی سطح پر ہی ہوتے۔ اس صورتحال میں پاکستان کے سیکورٹی حالات بہتر ہونے کے باوجود بھارتی کرکٹ ٹیم نے دورہ پاکستان سے انکار کر دیا بلکہ بھارت میں بھی پاکستان کے خلاف سیریز ہمیشہ حساس سیاسی مسئلہ ہی بنی رہی۔ پاکستانی کرکٹ کو بھارتی پالیسیوں سے خاصا نقصان ہوا کیونکہ دونوں ممالک کے کرکٹ شائقین مد مقابل کو آمنے سامنے دیکھنا چاہتے تھے اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ کرکٹ کی یہ دو بڑی ایسی ٹیمیں ہیں جو دنیا کے کسی کونے یا اپنی سرزمین پر مقابلہ کریں، کرکٹ لورز ان کی نہ صرف پذیرائی کرتے ہیں۔ بلکہ انہیں مقابلے کے رجحان میں بہترین کرکٹ دیکھنے کو ملتی ہے۔

لیکن پاکستان میں جب سری لنکا کی ٹیم کو لبرٹی چوک لاہور میں دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا تو بھارتی میڈیا اور بھارتی کرکٹ بورڈ نے پاکستان بدنام کرنے کا کوئی حربہ نہ چھوڑا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ، سیاسی اور عسکری قیادت نے دہشت گردی کے خلاف ایک طویل جنگ اور قربانیوں سے حالات سازگار بنائے نجم سیٹھی سابق چیئرمین پاکستان کرکٹ بورڈ نے پی۔ایس۔ایل کی منصوبہ بندی کی ابتدائی میچ شارجہ دبئی میں کھیلے گئے کیونکہ غیر ملکی کھلاڑیوں کو سیکورٹی کے حوالے سے خدشات لاحق تھے پھر سری لنکا نے ہی پاکستان کی خدمات کے اعتراف میں کرکٹ کا آغاز کیا اور جہاں سے سلسلہ ٹوٹا تھا وہاں سے دوبارہ شروع ہوگیا۔ اب پی۔ایس۔ایل کے گیارویں سیزن کی تیاری زوروشور سے

جاری ہے اس میں دنیا بھر کے کھلاڑی حصہ لینے کو تیار ہیں پھر بھی پاک بھارت کرکٹ معطل ہے نہ وہ ہماری سرزمین پر کھیلنے کو تیار ہیں اور نہ ہی پاکستانیوں کی بھارت جا کر کھیلنے کی خواہش ہے۔ حالانکہ پاک بھارت کرکٹ کا ریکارڈ یہ بتاتا ہے کہ برے حالات میں کرکٹ نے دونوں ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں ہمیشہ بنیادی کردار ادا کیا لیکن 65 کی جنگ سے معرکہ حق 2025 کے تناظر میں فی الحال برسوں کرکٹ کی دنیا کے یہ دو اہم ملک اب ایک دوسرے کی سرزمین پر کھیلتے دکھائی نہیں دے رہے۔ کیونکہ معاملات کھیلوں سے نکل کر سیاسی اور عسکری حدود تک پہنچ چکے ہیں لہذا جب تک کرکٹ کو وسیع تر مفاد میں سیاست اور سرحدی تنازعات سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا یہ معاملہ حل نہیں ہو سکے گا بلکہ ہر بڑے ایونٹ سے پہلے یہی سوال گردش کرے گا کہ کیا پاکستان اور بھارت کبھی ایک دوسرے کی سرزمین پر کھیلنے کے لیے تیار ہوں گے؟ مسئلہ صرف پاک بھارت کا نہیں اب تو ٹی ٹونٹی 2026 کے میچ کا نہیں بلکہ بھارت کے دوسرے ہمسائے بنگلہ دیش نے بھی بھارت میں کھیلنے سے انکار کر دیا ہے۔ وجہ آئی۔ پی۔ ایل میں شاہ رخ خان کی جانب سے مستفیض الرحمٰن کی خریداری بنی کیونکہ بھارتی ہندو انتہا پسندوں نے اس فیصلے پر بنگلہ دیشی باولر اور شاہ رخ خان کو مارنے کی دھمکی دی۔ جس پر اداکار شاہ رخ خان نے غدار قرار دیے جانے سے بچنے کے لیے بنگلہ دیشی باولر سے جان چھڑا لی۔ لہٰذا بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ نے اس انتہا پسندانہ سوچ پر اپنی ٹیم بھارت بھیجنے سے انکار کرتے ہوئے اپنے میچ غیر متنازعات سری لنکا میں شیڈول کرنے کی درخواست کر دی ہے۔

پاک بھارت تنازعات اور کھیلوں میں سیاسی رجحان کے باعث ایسا لگتا ہے کہ موجودہ مودی دور میں ٹی۔ٹونٹی ورلڈ کپ ہو کہ دیگر میچز ایک دوسرے ملک کی سرزمین پر نہیں کھیلے جاسکیں گے۔ کیونکہ بھارتی حکومت اور مودی پر انتہا پسندی کی سوچ اپنے اتحادیوں کی وجہ سے غالب ہے بھارتی سرزمین پر مسلمان ہی نہیں تمام اقلیتوں سمیت غیرملکی سیاح بھی محفوظ نہیں۔ ممبئی حملہ کیس سے لے کر پہلگام تک پاکستان کے خلاف رائے عامہ بنا کر ہندوازم کے نام پر نفرتیں بڑھائی گئیں ہیں اور یہ ایک روز کا کارنامہ ہرگز نہیں۔

اس سوچ کو پروان چڑھانے میں برسوں لگے۔ لہٰذا اس سوچ کے خاتمے کے لیے بھی سالوں درکار ہیں حالانکہ خاص ہندوتوا کی سوچ رکھنے والوں کے علاوہ بھارتی عوام کی اکثریت مثبت انداز میں دونوں ممالک کے کھلاڑیوں کو اپنے اسٹیڈیم میں کھیلتے دیکھنے کی خواہش مند ہے۔ جبکہ پاکستانی ان سے بھی زیادہ اس حق میں ہیں کہ اگر پاک بھارت کرکٹ ایک دوسرے ملک میں کھیلنے کے مواقع حاصل ہوجائیں تو اچھی کرکٹ کے ساتھ ساتھ ماضی کے تحفظات اور گلے شکوے ختم ہوکر دوستی میں تبدیل ہوسکتے ہیں۔

یقیناً اس کے ردعمل میں تجارتی، ثقافتی اور صنعتی سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہونے سے دونوں طرف عوامی ریلیف کے راستے بھی کھل سکتے ہیں۔ بلکہ اگر کرکٹ کے یہ دونوں ملک کھیلوں کو سیاست اور سرحدی تنازعات سے نجات دلانے میں کامیاب ہوجائیں تو تیسرے ملک بنگلہ دیش کی شمولیت سے برصغیر کی کرکٹ ایک منفرد مقام بھی پاسکتی ہے۔ بلکہ تینوں ملک کھلاڑیوں کو مختلف مقابلوں اور سہ ملکی سیریز یا ٹرائی اینگل ٹورنامنٹ کی صورت میں کرکٹ سرگرمیوں کو فعال کر کے کھیل اور کھلاڑی کی خوشحالی کا باعث بھی بن سکتے ہیں لیکن موجودہ حالات میں بھارتی رویہ انتہائی غیرذمہ دارانہ ہے ہر تنازعے میں پہل بھارت کی جانب سے ہوتی ہے جس کے ردعمل میں پاکستان مجبوراً کاروائی کرتا ہے۔ ٹی۔ٹونٹی ورلڈ کپ 2026 ہو کہ ایشیا کپ بھارتی انکار پہلے اور پاکستان کی حکمت عملی جوابی ہوتی ہے۔ لہٰذا ٹی۔ٹونٹی ورلڈ کپ 2026 عوامی خواہشات اور کرکٹ لورز کے خواب پورے نہیں کرسکے گا اور ان دونوں روایتی حریفوں کے کرکٹ مقابلے ایک مرتبہ پھر غیرجانبدار ملک میں ہی دیکھے جاسکیں گے۔

پاکستان میں یوٹیوبرز کا احتساب اور اس کے طویل المدتی اثرات

کنول افتخار

(مصنفہ ایک ممتاز صحافی اور کالم نگار ہیں اور اخبار میں کالم لکھتی ہیں)

پاکستان میں سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے آج کے دور میں عوامی رائے سازی، معلومات کی ترسیل اور سیاسی مباحثے میں ایک بنیادی کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔ یوٹیوب، فیس بک، ٹوئٹر اور دیگر آن لائن پلیٹ فارمز نے نوجوان نسل کے درمیان رابطے کے تیز اور براہِ راست مواقع فراہم کیے ہیں۔ تاہم حالیہ عدالتی فیصلے خصوصاً 9 مئی کے واقعات کے بعد سامنے آنے والا ڈیجیٹل دہشت گردی کیس واضح کرتا ہے کہ ڈیجیٹل دنیا میں اظہارِ رائے کے ساتھ ساتھ ذمہ داری اور قانونی حدود کی سخت ضرورت ہے۔

عدالت کے مطابق ملزمان نے بیرونِ ملک مقیم ہونے کے باوجود اپنے یوٹیوب اور دیگر سوشل میڈیا چینلز کے ذریعے ریاست پاکستان، افواجِ پاکستان، عدلیہ اور دیگر ریاستی اداروں کے خلاف منظم مہم چلائی، جھوٹا اور گمراہ

سب سے بڑا چیلنج بیرونِ ملک مقیم افراد کے خلاف قانونی کارروائی ہے، کیونکہ بین الاقوامی سطح پر نفاذ اور قانونی کارروائی پیچیدہ ہو سکتی ہے اور سفارتی تعاون کی ضرورت پڑتی ہے۔

دوسرا چیلنج آزادیِ اظہار اور سنسر شپ کے درمیان توازن قائم کرنا ہے۔ اگرچہ اس مقدمے میں مقصد ریاست دشمنانہ مہم کو روکنا تھا، بعض ناقدین اسے آن لائن سنسر شپ کی ابتدا کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ قوانین اور عدالتی فیصلے آزادیِ اظہار کے حق اور ریاستی سلامتی کے درمیان ایک متوازن رویہ قائم کریں۔

تیسرا اہم چیلنج سوشل میڈیا کمپنیوں کا کردار ہے، کیونکہ یہ پلیٹ فارمز زیادہ تر بیرونِ ملک کنٹرول ہوتے ہیں اور مقامی قوانین پر عمل درآمد کے لیے کمپنیوں کی تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔

کن مواد پھیلایا اور دشمن ملک بھارت کے ایجنڈے کو فروغ دینے میں کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ ایک مخصوص سیاسی جماعت کے مخالفین کو نشانہ بنایا گیا اور عوام میں نفرت اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ مقدمہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز اب صرف معلومات کے ذرائع نہیں بلکہ ان کا غلط استعمال ریاست مخالف سرگرمیوں کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے۔

اسلام آباد کی انسداد دہشت گردی عدالت نے سات معروف یوٹیوبرز کو دو دو بار عمر قید اور مجموعی طور پر 35 سال اضافی قید کی سزا سنائی، ساتھ ہی ہر ایک پر پندرہ لاکھ روپے جرمانہ بھی عائد کیا۔ اس فیصلے نے پاکستان میں یوٹیوبرز کے احتساب اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر قانونی دائرہ کار کے حوالے سے نئی بحث کا آغاز کر دیا ہے۔ یہ مقدمہ اس لحاظ سے بھی تاریخی ہے کہ یہ پاکستان کی عدالتی تاریخ میں پہلی بار ہے جب ڈیجیٹل دہشت گردی کے جرم پر حقیقی اور سخت سزائیں دی گئی ہیں۔

پاکستانی آئین شہریوں کو اظہارِ رائے کی آزادی دیتا ہے، مگر یہ آزادی لامحدود نہیں۔ آئین کی واضح شقیں بتاتی ہیں کہ کسی بھی شہری کو ریاست، قومی سلامتی، دفاع یا عوامی نظم کے خلاف نفرت، تشدد یا بغاوت پر اکسانے کی اجازت نہیں۔ آزادیِ اظہار کا مقصد صرف معلومات پہنچانا یا رائے کا اظہار کرنا ہے نہ کہ عوام کو گمراہ کرنا یا ریاست کے خلاف سازشیں کرنا۔

عدالت نے اپنے فیصلے میں واضح کیا کہ یہ سرگرمیاں محض سیاسی اختلاف یا مباحثے کے زمرے میں نہیں آتیں بلکہ یہ کھلی ریاست دشمنی کے مترادف ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی بھی شخص سیاسی اختلاف کے نام پر یا آزادانہ اظہار کے بہانے ریاست مخالف مواد نہیں پھیلا سکتا۔ 9 مئی کے واقعات کے تناظر میں یہ فیصلہ ایک ٹیسٹ کیس کے طور پر سامنے آیا۔ عدالت نے اس موقع پر واضح کیا کہ ڈیجیٹل دنیا کوئی غیر قانونی، بے لگام میدان نہیں ہے جہاں جو چاہے کہا اور پھیلایا جا سکے۔ یوٹیوبرز اور سوشل میڈیا کے دیگر انفلوئنسرز کے لیے یہ ایک انتباہ ہے کہ قانون کی گرفت اب ڈیجیٹل دنیا تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ بیرونِ ملک بیٹھ کر پاکستان میں انتشار پھیلانے، ریاستی اداروں کو بدنام کرنے اور نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کی سرگرمیاں اب قابل قبول نہیں ہوں گی۔ یہ اقدام نوجوانوں اور عوام کو یہ باور کرانے کے لیے بھی اہم ہے کہ اختلافِ رائے اور ریاست دشمنی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس مقدمے کے عدالتی فیصلے کے بعد سیاسی اور سماجی پہلو بھی نمایاں ہو گئے ہیں۔ سیاسی اختلافات کی صورت میں مخصوص بیانیے کے تحت عوامی رائے کو متاثر کرنا، ریاستی اداروں کی کردار کشی کرنا اور جھوٹے بیانیے کے ذریعے ملک میں انتشار پیدا کرنا اب قانونی جرم کے زمرے میں آ چکا ہے۔

سب سے پہلے یہ اقدام ریاستی سلامتی کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ آن لائن پلیٹ فارمز پر ریاست مخالف پراپیگنڈہ کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اس سے نوجوان نسل اور عوام میں شعور بڑھے گا کہ آزادیِ اظہار کے ساتھ ساتھ ذمہ داری اور حدود بھی لازمی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ سوشل میڈیا پر مواد کی اشاعت کے حوالے سے ایک قانونی پیمانہ بھی قائم کرتا ہے۔

یوٹیوبرز اور دیگر مواد تخلیق کرنے والے افراد کو معلوم ہوگا کہ قانونی حدود کی خلاف ورزی کے نتائج سنگین ہو سکتے ہیں۔ تاہم اس احتساب کے ساتھ کچھ چیلنجز بھی جڑے ہیں۔

اس عدالتی فیصلے کے سماجی اثرات بھی اہم ہیں۔ نوجوان نسل میں آن لائن ذمہ داری اور حقیقت کی اہمیت کا شعور بڑھے گا، افواہوں اور جھوٹے مواد کی بنیاد پر عوام کو بھڑکانے کی سرگرمیوں میں کمی آئے گی اور سیاسی مخالفین کے لیے واضح پیغام ہوگا کہ ریاستی اداروں کے خلاف غیر قانونی پراپیگنڈہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ عوامی آگاہی میں اضافہ کرے گا کہ آن لائن مواد کے اثرات حقیقی زندگی اور عدالت نے اس بات پر زور دیا کہ سیاسی اختلاف کو دشمنی میں بدلنا، ذاتی قومی سلامتی پر براہِ راست اثر ڈال سکتے ہیں۔

اقتدار کے لیے ریاستی اداروں کو نشانہ بنانا اور جھوٹے بیانیے کے ذریعے عوام کو ورغلانا نہ جمہوریت ہے اور نہ ہی سیاست۔ یہ فیصلہ ایک واضح پیغام ہے کہ بیرونی ممالک کے ایجنڈے کو فروغ دینا اور پاکستان میں انتشار پیدا کرنا ناقابل قبول ہے۔ یوٹیوبرز اور سوشل میڈیا انفلوئنسرز کے احتساب کے طویل المدتی اثرات بھی قابل غور ہیں۔

اس کے طویل المدتی قانونی اثرات بھی واضح ہیں۔ آئندہ ڈیجیٹل دہشت گردی کے مقدمات میں یہ فیصلہ پریسیڈنٹ کے طور پر استعمال ہوگا۔ عدالتیں اب ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر سرگرمیوں کا تجزیہ کرنے اور مقدمات چلانے میں زیادہ اعتماد رکھیں گی۔ حکومت کی جانب سے ڈیجیٹل قوانین میں

اصلاحات، سوشل میڈیا نگرانی اور قانون سازی کا دائرہ وسیع ہوگا۔ یہ اقدام مستقبل میں مزید منظم اور قانونی کارروائی کی بنیاد فراہم کرے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ سیاسی اثرات کے حوالے سے بھی یہ فیصلہ اہم ہے۔ سیاسی جماعتوں کے بیانیے اور پراپیگنڈہ کی سرگرمیوں پر خودکار پابندی اور خود احتسابی بڑھے گی۔ عوام میں یہ پیغام مضبوط ہوگا کہ سیاسی اختلاف اور دشمنی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بیرونی ممالک کے اثر و رسوخ کے ذریعے پاکستان میں انتشار پھیلانے کی کوششوں کی کامیابی کم ہوگی اور ملک میں سیاسی اور قومی یکجہتی مضبوط ہوگی۔ اس عدالتی فیصلے کے بعد حکومت کے لیے کئی عملی اقدامات بھی ضروری ہیں۔

سب سے پہلے، ڈیجیٹل قوانین کو مزید مضبوط کرنا اور انسداد دہشت گردی قانون میں ترمیم یا اضافی شقیں شامل کرنا تاکہ ڈیجیٹل میدان میں کارروائی کی قانونی بنیاد مضبوط ہو۔

دوسرے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کی نگرانی کے لیے خصوصی ادارے یا ٹیمیں قائم کرنا تاکہ ریاست مخالف مواد کی فوری شناخت اور روک تھام ممکن ہو۔

تیسرے عوامی آگاہی پروگرامز کے ذریعے نوجوانوں اور عام لوگوں کو یہ شعور دینا کہ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر اشتعال انگیزی، نفرت یا جھوٹا مواد پھیلانا جرم ہے۔

چوتھے بین الاقوامی اور سفارتی تعاون کے ذریعے بیرونِ ملک مقیم افراد کے خلاف قانونی کارروائی کو موثر بنانا ہے۔

مجموعی طور پر پاکستان میں یوٹیوبرز کا احتساب اور ڈیجیٹل دہشت گردی کے خلاف عدالتی کارروائی ایک اہم سنگ میل ہے۔ یہ نہ صرف مجرموں کے لیے عبرت کا سبب ہے بلکہ ان تمام عناصر کے لیے بھی واضح پیغام ہے جو آزادیِ اظہار کی آڑ میں ملک اور اداروں کے خلاف منظم مہم چلانے کی سازشیں کرتے ہیں۔ اس فیصلے سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ پاکستان میں قانونی اور عدالتی نظام اب ڈیجیٹل محاذ پر بھی اپنی گرفت مضبوط کر رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر بیٹھ کر افواج، عدلیہ اور دیگر ریاستی اداروں کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے والوں کو اب یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قانون کی گرفت ہر صورت پہنچے گی۔ مستقبل میں اس فیصلے کے اثرات نوجوان نسل میں ڈیجیٹل ذمہ داری اور آن لائن شعور میں اضافہ کریں گے، سیاسی جماعتوں اور مخالف بیانیوں کے لیے واضح انتباہ کا کام کریں گے، اور قانونی، عدالتی اور حکومتی اقدامات کے ذریعے پاکستان میں ڈیجیٹل محاذ پر استحکام پیدا کریں گے۔ آزادیِ اظہار کے حق اور ریاستی سلامتی کے درمیان توازن قائم کرنا ہمیشہ ایک حساس معاملہ رہا ہے اور یہ فیصلہ اس توازن کی سمت ایک مضبوط قدم ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ پاکستان میں ڈیجیٹل دنیا بھی قانون کے دائرے میں ہے، اور اس میں بے لگام اقدامات برداشت نہیں کیے جائیں گے۔ یہ فیصلہ اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے کہ آن لائن پلیٹ فارمز پر نشر ہونے والے مواد کا اثر صرف ڈیجیٹل دنیا تک محدود نہیں رہتا بلکہ حقیقی دنیا میں بھی عوامی جذبات، سیاسی استحکام اور قومی سلامتی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ حکومت، عدلیہ، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور عوام مل کر ایک ایسا ماحول قائم کریں جہاں اختلافِ رائے کی آزادی برقرار رہے مگر ریاست دشمنانہ مہم کی حوصلہ شکنی بھی کی جائے۔ اس معاملے میں صرف چند مقدمات کافی نہیں، بلکہ ایک جامع حکمت عملی کی ضرورت ہے جس میں قانون سازی، مؤثر عملدرآمد، سوشل میڈیا کی نگرانی، عوامی آگاہی اور نوجوانوں کی تربیت شامل ہو تا کہ پاکستان میں ڈیجیٹل محاذ پر بھی استحکام اور قومی یکجہتی قائم رہے۔

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/-	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	150/-	$-05
3	قائداعظم محمد علی جناح خطبات و بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	350/-	$-17
4	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	350/-	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/-	$-17
6	قائداعظم کے سنہری اقوال	انگریزی	100/-	$-04
7	اقبال نامہ (پیپر بیک)	انگریزی	50/-	$-03
8	قائداعظم کے بانی محمد علی جناح	انگریزی	400/-	$-15
9	جناح اصفہانی کا دور (پیپر بیک)	انگریزی	250/-	$-10
10	مادرملت سرمایات	اردو	250/-	$-10
11	مادرملت تصویری البم	اردو	250/-	$-10
12	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	200/-	$-04
13	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2006ء (چار جلدیں)	انگریزی	450/-	$-17
14	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2006ء (پیپر بیک) (چار جلدیں)	انگریزی	400/-	$-15
15	پاکستان مناظر	انگریزی	250/-	
16	پاکستان۔ بنیادی حقائق	انگریزی	50/-	$-02
17	آج کا پاکستان ایک طائرانہ نظر	انگریزی	2000/-	$-120
18	پاکستان سرزمین ہنر (...)	انگریزی	1000/-	$-20
19	پاکستان آئینی مسودہ کی کارفرمائی (پیپر بیک ایڈیشن)	انگریزی، عربی، فرانسیسی، چینی	500/-	$-20
20	[illegible]	انگریزی	2500/-	$-125
21	چھوٹوں کے لئے کتابچے	انگریزی	60/-	
22	[illegible]	انگریزی	200/-	$-12
23	ٹرک آرٹ	انگریزی	200/-	$-08
24	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار)	انگریزی	100/-	$-04
25	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار)	انگریزی	100/-	$-04
26	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/-	$-01
27	وحدت افکار (علامہ اقبال کی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/-	$-04
28	رحمت کا فرشتہ (عبدالستار ایدھی)	انگریزی	615/-	$-50
29	ماہ نو غالب (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
30	ماہ نو اقبال (خصوصی ایڈیشن)	اردو	350/-	$-17
31	ماہ نو قائداعظم (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
32	ماہ نو فیض (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
33	ماہ نو احمد فراز (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
34	ماہ نو احمد ندیم قاسمی (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
35	ماہ نو جالب نمبر (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
36	ماہ نو جوش (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
37	ماہ نو انتخاب ماہ نو (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
38	ماہ نو انتخاب 2018ء (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
39	ماہ نو سرسید احمد خان (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-15
40	ماہ نو مزاح (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
41	ماہ نو (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
42	ماہ نو (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
43	پاک جمہوریت (پندرہ روزہ) (خصوصی ایڈیشن)	اردو	10/-	
44	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
45	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
46	پاکستان کیلنڈر	انگریزی	200/-	$-120

رابطہ برائے خریداری

منیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلیکیشنز، پی۔ ایف بلڈنگ، زیرو پوائنٹ، اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-9252182 فیکس: 051-9252176

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، اسلام آباد

ریجنل آفس: 291 اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور۔